خطبات خواج□ شمس الدین عظیمیf

عرس مبارک حضور قلندر بابا اولیائ 1997

ACD 7

Track - 1

93:24

''اصل وجود روح □□□''

''انسان اس دنیا میں کیوں آیا؟''

(تلاوت قرآن کریم)

معزز حاضرین کرام، خواتین و حضرات ، م□مانان گرامی ، میر□ عزیز پیار□
دوستو، بھائیو، ب□نو، بیٹیو، آپ جس جذب و شوق س□ آپ جس سکون س□
یکسوئی ک□ ساتھ اتنی دیر تک محض اس انتظار میں تشریف فرما □وئ□ ک□ آپ
ایک فقیر ب□ نوا کی آواز سن سکیں□ ایک عاجز اور مسکین بند□ کی باتوں کو
پذیرائی بخشیں□ اس ک□ لئ□ میں پیشگی آپ کا شکری□ ادا کرتا □وں□ آپ ن□
مقال□ سن□ □ سیدنا حضور علی□ الصلوٰۃ والسلام کی مدحت میں نعتیں سنیں□
روحانی علوم ک□ بار□ میں آپ کی معلومات میں یقینا اضاف□ □وا□ آپ کل اور آج
میں اتنا زیاد□ سن چک□ □یں ک□ اب مزید کچھ سنان□ کی گنجائش تو ن□یں □□
لیکن چونک□ آپ مجھ عاجز فقیر بند□ س□ محبت کرت□ □یں میری آواز آپ ک□
کانوں میں رس گھول دیتی □□□ میری ذات جو ب□ت کمزور و ناتواں □□ کوتا□یوں
اور غلطیوں میں لتھڑی □وئی □□□ آپ اس س□ پیار کرت□ □یں□ عشق کرت□ □یں□
اس صورت کو جس صورت میں مجھ□ تو کچھ نظر ن□یں آتا لیکن جب میں آپ کو
اپنی طرف دیکھت□ □وئ□ محسوس کرتا □وں تو مجھ□ آپ کی آنکھوں میں جلترنگ
نظر آتا □□□ بند□ کچھ ن□یں □وتا□ اصل میں سارا کھیل بند□ نواز کا □□□جب الل□
تعالیٰ کسی کو نواز دیتا □□ اس ک□ اوپر انعام و اکرامات کی بارش برسادیتا □□
تو و□ بند□ مخلوق کی آنکھ کا تارا بن جاتا □□□ اور و□ی بند□ جب الل□ تعالیٰ کی
پسندیدگی میں داخل ن□یں □وتا تو و□ کچھ بھی ک□تا کوئی اس کی سنتا □ی ن□یں
□□□ بات بند□ کی ن□یں □□ بات بند□ نواز کی □□□ میں جب اپن□ مرشد کریم
حضور قلندر بابا اولیاء کی خدمت میں حاضر □وا اور لطف و کرم کی میر□ اوپر
بارش برسی تو مجھ□ اس بات کا احساس □وا ک□ میر□ ساتھ ی□ جو کچھ □ور□ا
□□ میں تو اس قابل ن□یں □وں ک□ اس لئ□ ک□ □ر آدمی خود کو جانتا □□ یا الل□
جانتا □□□ تو جو میری کوتا□یاں میری غلطیاں، میری کمزوریاں جب تھیں میں ان
س□ بھی واقف تھا اب جو □یں ان س□ بھی میں واقف □وں□ تو میں □میش□ ی□
سوچتا تھا ک□ ی□ اتنی جو عنایات خسروان□ □یں اس کی وج□ تو بظا□ر کچھ
سمجھ میں آتی ن□یں □□□ بار بار جب اس خیال ن□ میر□ ذ□ن کو میر□ دماغ کو

جکڑ لیا اور میں اس مسلسل اور متواتر آنے والے خیال سے پریشان ہوگیا کہ اتنے
انعام و اکرامات کیوں ہورہے ہیں میں تو اس قابل ہی نہیں ہوں کوئی میں نے
ایسا کام بھی نہیں کیا ، کوئی ایسی ریاضت و مجاہدہ بھی نہیں ہوا ۔ حضور
قلندر بابا اولیاء کی خاص طرز فکر تھی وہ یہ کہ جب کوئی بندہ کوئی بات
سوچتا تھا اور بار بار سوچتا تھا یا وہ پریشان ہوجاتا تھا اس خیال سے تو وہ اس
کا اظہار فرمادیا کرتے تھے۔ تو جب میں بہت زیادہ پریشان ہوا تو ایک دن انہوں
نے مجھے بٹھایا اور یہ فرمایا کہ بھئی یہ جو آپ کے ذہن میں مسلسل یہ خیال
آرہا ہے کہ میں تو اس قابل نہیں ہوں، میں تو اس قابل نہیں ہوں تو کیا تم یہ
کہنا چاہتے ہو کہ اللہ میاں نے تمہیں نواز کر کوئی غلطی کی ہے نعوذ باللہ؟
اللہ تعالیٰ یہ نہیں دیکھتا کون کس قابل ہے۔ اللہ تعالیٰ جب نوازش اور اکرام کرتا
ہے تو وہ بندہ از خود اس قابل ہوجاتا ہے۔ یہ وہی بندہ نواز کی بات ہوئی۔
جس کو اللہ تعالیٰ ... و تعز من تشاء و تذل من تشاء بیدک الخیر انک انت کل
شییء قدیر ... جس جو چاہے عزت دے دے جس کو چاہے ذلت دے دے۔ جس کو
چاہے نواز دے۔ قادر مطلق ہے کوئی اللہ پہ کوئی قانون تو لاگو ہوتا نہیں ہے۔
البتہ ایک بات سمجھ میں آئی کہ اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کے چاہنے کو
بہت عزیز رکھتا ہے۔ حضور قلندر بابا اولیاء اللہ کے مخصوص بندے ہیں۔ جب
اس مخصوص بندے کی نظر ایک کوتاہ عقل پر پڑی تو چونکہ اللہ کے مخصوص
بندے اللہ کے دوست نے کسی ایک بندے کو اپنا نور نظربنالیا تواس لئے اللہ تعالیٰ نے
بھی اس کو نور نظر بنالیا۔ تو بات یہ نہیں ہے کہ کس نے کتنی محنت کی۔ کس
نے کیا مجاہدہ کئے۔ کتنے چلے کئے۔ بات نوازش و اکرام کی ہے۔ اب چونکہ پیر و
مرشد چاہتے ہیں تو اس لئے اللہ بھی چاہتے ہیں۔ اب چونکہ اللہ چاہتا ہے اس
لئے اللہ کے فرشتے بھی چاہتے ہیں۔ اور جب اللہ کے فرشتے چاہتے ہیں تو ساری
کائنات میں منادی کردی جاتی ہے کہ یہ ایک ایسا بندہ ہے جو قلندر بابا اولیاء کا
منظور نظر ہے۔ لہٰذا اس انسپائریشن سے ، اس اطلاع سے آپ سب لوگ بھی یہ
چاہتے ہیں۔ یہ آپ کا چاہنا دراصل تابع ہے مرشد کریم کے۔ حضور قلندر بابا نے
چاہا ، اللہ نے چاہا، اللہ نے چاہا، فرشتوں نے چاہا، فرشتوں نے چاہا ، آپ نے
چاہا۔ تو اس بات کو میں سمجھتا ہوں کہ آپ حضرات کو میری ذات سے کچھ
ملتا ہو نہ ملتا ہو لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ آپ مجھے پیار ضرور کرتے ہیں۔
اب چونکہ آپ پیار کرتے ہیں لہٰذا میں بھی آپ کو پیار کرتا ہوں تو جو کچھ آپ
سن چکے ہیں وہ تو بہت کافی ہے آپ کے لئے۔ اب چونکہ آپ یہ چاہتے ہیں کہ
میں کچھ بولوں، میں کچھ بیان کروں ، کچھ دیر آپ کے ساتھ میں بیٹھا رہوںاس
لئے چند معروضات آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ اور وہ بات یا عرض و معروض
ایک ہی ہے کہ انسان اس دنیا میں کیوں آیا۔ انسان اگر اس دنیا میں اور مخلوق
کی طرح آیا تو پھر انسان کا امتیاز کیا ہے۔ انسان کا شرف کیا ہے۔ انسان
اشرف المخلوقات کیوں ہے۔ جب آپ اس دنیا میں آئے اپنی مرضی سے نہیں آئے۔
جب آپ اس دنیا سے جائیں گے اپنی مرضی سے نہیں جائیں گے۔ کیسی عجیب

بات ہے آپ اپنی مرضی سے اس دنیا میں آنا نہیں چاہتے یہ تو ایک جیل خانہ ہے۔ لیکن جب آپ اس جیل خانہ میں آجاتے ہیں تو اب وہ ملک الموت کہتا ہے بھئی اب جیل خانہ سے تمہیں نجات مل رہی ہے اب آزاد دنیا میں چلو تو آپ جانا نہیں چاہتے۔ اور اگر جانا چاہتے ہیں تو آپ موت سے ڈرتے کیوں ہیں۔ یہ عجیب کہانی ہے کہ اپنی مرضی سے نہ آسکتے ہیں ہم نہ اپنی مرضی سے آپ جانا چاہتے ہیں۔ لیکن اپنی مرضی کے بغیر آپ کو اس دنیا میں آنا بھی پڑتا ہے۔ اور اپنی مرضی کے بغیر آپ کو اس دنیا سے جانا بھی پڑتا ہے۔ تو یہ آنا جانا آخر کس مقصد کے تحت ہے۔ ہر باشعور آدمی کبھی نہ کبھی یہ ضرور سوچتا ہے کہ میری زندگی کا مقصد کیا ہے۔ اگر میری زندگی کا مقصد کھانا پینا، ماں باپ بننا ہے۔ تو یہ کھانا پینا ، ماں باپ بننا تو دوسری مخلوقات کے ساتھ بھی ہے۔ اگر میری زندگی کا مقصد محنت مزدوری کرکے پیٹ کا ایندھن فراہم کرنا ہے تو یہ تو دوسری مخلوق بھی کررہی ہے۔ اگر میری زندگی کا مقصد دن بھر محنت و مشقت کے بعد رات کو سوجانا ہے تو یہ دوسری مخلوق بھی دن بھر محنت و مشقت کے بعد سوجاتی ہے۔ اگر میری زندگی کا مقصد آرام و آسائش ہے تو دوسری مخلوق بھی آرام و آسائش سے باہر نہیں ہے ان کی اپنی ضروریات ہیں، اپنی زندگی کے جتنے ان کے تقاضے ہیں اس میں انہیں وہ آرام و آسائش ملتا ہے۔ اگر زندگی کا مقصد بیمار ہونا ہے اور صحت مند ہوجانا ہے تو یہ آپ کی مشاہداتی بات ہے کہ چوپائے بھی بیمار ہوتے ہیں۔ درخت بھی بیمار ہوتے ہیں۔ پھول بھی بیمار ہوتے ہیں۔ پودے بھی بیمار ہوتے ہیں۔ پرندے بھی بیمار ہوتے ہیں۔ حشرات الارض بھی بیمار ہوتے ہیں اور صحت مند بھی ہوجاتے ہیں۔جتنا آپ زندگی کے بارے میں سوچیں گے تو آپ کو اپنی ذات کہیں نمایاں نظر نہیں آئے گی۔ اگر آپ اس لئے نمایاں ہیں کہ آپ میں عقل و شعور زیادہ ہے تو معاف کیجئے گا شہد کی مکھی سے زیادہ عقل تو آپ کے اندر نہیں ہے۔ سائنس کتنی بھی ترقی کرجائے شہد کی مکھی جیسا گھر نہیں بناسکتی۔ شہد نہیں بناسکتی۔ اگر آپ کی پیدائش کا مقصد محلات تعمیر کرنا ہے۔ تو آپ اپنی ضرورت کے مطابق محلات تعمیر کرتے ہیں دوسری مخلوق اپنی ضرورت کے مطابق گھر بنالیتی ہے۔ جب آپ تجزیہ کریں گے اپنا اور حیوانات کا تو آپ کو یہ بھی نظر آئے گا کہ بہت ساری باتوں میں جانور آپ سے حس میں بہت زیادہ ہیں۔ آپ کی نظر جانوروں کے مقابلے میں محدود ہے۔ آپ کی سننے کی حس جانوروں کے مقابلے میں بہت زیادہ محدود ہے۔ اب رہی عقل کی بات تو عقل کہیں آپ میں زیادہ ہے کہیں جانوروں میں زیادہ ہے۔ اور پھر سارے انسان عقل مند بھی نہیں ہوجاتے۔ انسانوں میں بھی بے عقل ہوتے ہیں۔ سمجھدار بھی ہوتے ہیں۔ بے وقوف بھی ہوتے ہیں۔ اگر آپ کی زندگی کا مقصد علوم حاصل کرنا ہے اور علوم حاصل کرکے آپ حیوانات سے ممتاز حیثیت اختیار کرلیتے ہیں تو پرندوں میں بھی ایسا ایسا علم پایا جاتا ہے کہ انسان تو وہاں تک اس کی رسائی ہی نہیں ہوسکتی۔ اگر آپ مخلوق سے ممتاز اس لئے ہیں کہ آپ باتیں کرتے ہیں ۔

آپ باتوں کو سمجھتے ہیں تو یہ بھی کوئی امتیاز کی بات اس لئے نہیں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصے میں آپ نے پڑھا ہوگا کہ ہد ہد جو دربار میں حاضر رہتا تھا جب دربار میں غیر حاضر ہوا تو حضرت سلیمان نے فرمایا کہ میں ہد ہد کو کئی دن سے غیر حاضر دیکھ رہا ہوں۔ اس نے حاضر ہونے کے بعد اگر اپنے غیر حاضر ہونے کی معقول وجوہات بیان نہیں کی تو میں اسے ذبح کردونگا۔ ابھی وہ یہ بات فرمارہے تھے کہ ہد ہد دربار میں حاضر ہوگیا۔ حضرت سلیمان کی باز پرس پر اس نے ایک عجیب کہانی سنائی کہ صاحب آپ کی سلطنت میں اللہ نے آپ کو ایسی سلطنت دی کہ ہوا پہ بھی آپ کی حکومت ہے ، پانی پہ بھی آپ کی حکومت ہے، پرندو، چرندو، درندو، حشرات الارض پر بھی آپ کی حکومت ہے۔ اور آپ کی سلطنت میں ایک ایسی خاتون ہے جو سورج پرست ہے۔ اور اس کا نام بلقیس ہے۔ اور وہ ایسی خوبصورت ہے اور ایسی دنیا میں حسین و جمیل عورت ہے کہ دنیا میں اس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ حضرت سلیمان نے خط لکھا اور اس کو ہد ہد کو دے کر فرمایا کہ یہ خط لے جا اور اس کا جواب لے کر آ۔ تب تیری غیر حاضری کو معاف کیا جائے گا۔ ہد ہد نے وہ خط چونچ میں پکڑا بلقیس کے محل میں داخل ہوا اور منڈیر پر بیٹھ کر اس بات کا انتظار کرنے لگا کہ بلقیس کمرے سے باہر آئے۔ جیسے ہی ملکہ سبا بلقیس آئے ……تو وہ مجھے پہچانے۔ اور پہچاننے کا حق اس وقت پورا ہوتا ہے جب آپ اپنی حیثیت کا تعین کریں۔ ابھی تو انسان نے لاکھوں سال ہوگئے ہیں ابھی تو انسان کو اپنی حیثیت کا ہی علم نہیں ہوا۔ہر آدمی کہتا ہے کہ انسان …… نیابت اور خلافت کا مقصد یہ ہے کہ اس ہستی کے اختیارات استعمال کئے جائیں جس ہستی کا نائب اور خلیفہ ہے۔ اب ہم زبانی طور پر تو بہت کچھ کہتے ہیں کہ انسان نائب اور خلیفہ ہے اللہ کا نائب اور خلیفہ ہے اور فرشتوں نے یہ کہا اور ابلیس نے سجدہ نہیں کیا اور اس ملعون قرار دے دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے پورے اسماء سکھا دئے ۔ بھئی کیا اسماء سکھادئے وہ کہا صاحب یہ بتادیا یہ بکری ہے یہ بھیڑ ہے، یہ پہاڑ ہے ، یہ پانی ہے، یہ درخت ہے، یہ کیکر ہے، یہ گولر ہے، یہ امرود ہے۔ اس کا نیابت سے کیا تعلق ہے بھئی؟ بھئی نام سکھادئے و علم الآدم الاسماء کلھا … اللہ تعالیٰ نے اپنے نام سکھادئے۔ بھئی کیا نام سکھا دئے۔ یہ بتادیا کہ زمین پر اس کا نام کیکر ہے، اس کا نام گولر ہے، اس کا نام امرود ہے۔ اس کا نیابت و خلافت سے کیا تعلق ہوا بھئی۔ یا منشاء پورا ہوگیا نیابت و خلافت کا۔ نیابت و خلافت کا منشاء تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دئے ہوئے تخلیقی اختیارات کو آپ استعمال کریں۔اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے فرمایا احسن الخالقین۔ اللہ تعالیٰ تخلیق کرنے والوں میں بہترین خالق ہے۔ تخلیق کرنے والوں میں بہترین خالق ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ جس طرح تخلیق کرتے ہیں وہ تخلیق کا علم اللہ تعالیٰ نے بحیثیت نائب کے انسان کو بھی سکھادیا ہے۔ انسان اگر اللہ تعالیٰ کے دئے ہوئے اختیارات سے کوئی تخلیق کرنا چاہے۔ تو اس کو اللہ تعالیٰ نے اس بات کی اجازت بھی دی ہے اور اختیار بھی عطا کیا ہے اور جو بندہ اللہ تعالیٰ

کہ انسان بندے اس وقت جو موجود ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے دئے ہوئے تخلیقی
اختیارات کو استعمال کرتے ہیں۔ نظام اپنی جگہ قائم ہے۔ آپ حکمرانی کا جو
منصب ہے اس منصب کو حاصل کریں یا نہ کریں آپ حکمران طبقے سے نکل کر
ذلت و خواری کی زندگی اختیار کریں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اللہ تعالیٰ نے
ایک قانون بنادیا ہے کہ انسان اللہ کا نائب ہے ... انی جاعل فی الارض خلیفة۔
جب یہ قانون بن گیا تو آج بھی اللہ تعالیٰ کے نائب کی حیثیت سے انسان ہی کام
کررہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اپنی جگہ مسلم ہے۔ لیکن اس حاکم کل نے
نظام ایسا بنایا ہے کہ اس کی نیابت اور فرائض کی انجام دہی انسان کرتے ہیں۔
اور فرشتے انسانوں کے کارندے ہیں۔ کلرک ہیں۔ جو بھی کچھ کہہ لیجئے۔ معاون
ہیں۔ تو انسان کی پیدائش کا مقصد یہ ہوا کہ انسان اللہ تعالیٰ کو جان لے۔ اللہ
تعالیٰ کو پہچان لے۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کو جان لے گا اور پہچان لے گا تو اسے
وہ علوم از خود حاصل ہوجائیں گے جو نیابت اور خلافت کے علوم ہیں۔ جب
انسان اللہ تعالیٰ کی طرف جاتا ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کو پہچاننا ہی نہیں
چاہتا۔ دیکھنا ہی نہیں چاہتا۔ اپنے اوپر حد بندی قائم کرلیتا ہے۔ صاحب ہم اللہ
کو کہاں دیکھ سکتے ہیں ؟ ارے بھئی اللہ کو کیوں نہیں دیکھ سکتے۔ اللہ تعالیٰ
تو خود کہہ رہا ہے کہ میں نے تمہیں اس لئے پیدا کیا ہے کہ تم مجھے پہچانو۔
اگر تم اللہ کو دیکھوگے نہیں تو اللہ کو پہچانوگے کس طرح؟ اللہ تعالیٰ تو خود
کہہ رہا ہے میں تم سے دور نہیں ہوں۔ میں تو تمہارے اندر ہوں۔ میں تو
تمہارے رگ جان سے زیادہ قریب ہوں۔ جہاں تم ایک ہو وہاں میں دوسرا ہوں۔
جہاں تم دو ہو میں تیسرا ہوں۔ کیا کسی ایک آدمی کو کبھی نظر آیا کہ جہاں
ایک آدمی ہے وہاں دوسرا اللہ ہے۔ تو نعوذ باللہ یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ اللہ
تعالیٰ ایک بے کار بات کہہ رہے ہیں جہاں تم ایک ہو وہاں میں دوسرا ہوں۔
البتہ اس کا مطلب یہ ضرور ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب یہ فرمارہے ہیں
جہاں تم ایک ہو وہاں میں دوسرا ہوں ہمیں اللہ تعالیٰ کی بات کا یقین نہیں
ہے۔ جب اللہ تعالیٰ یہ کہتا ہے و فی انفسکم افلا تبصرون ... میں تمہارے اندر
ہوں تم مجھے دیکھتے کیوں نہیںہو۔ نعوذ باللہ ہم یہ نہیں کہہ سکتے
کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی قصہ کہانی ہمیں سنادی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو کیا ضرورت
ہے قصہ کہانی سنانے کی۔ لیکن اس کا مطلب یہ ضرور ہے کہ جب اللہ تعالیٰ و
فی انفسکم افلا تبصرون کہتے ہیں تو ہمیں اللہ تعالیٰ کی کہی ہوئی بات پر
اعتماد نہیں ہے، اعتبار نہیں ہے۔ یقین نہیں ہے۔ کوئی انسان جو اس دنیا میں
آگیامرنا نہیں چاہتالیکن مرتا ہے۔ بے بسی کا عالم یہ ہے کہ سانس لینے پر قدرت
نہیں رکھتا۔ اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ صاحب ہم تو سانس اپنی مرضی سے لیتے
ہیں تو بھئی سانس اپنی مرضی سے روک بھی آدمی دکھائے۔ اگر سانس آپ اپنی
مرضی سے لے رہے ہیں اور سانس کے آنے جانے میں آپ کی مرضی کا دخل ہے تو
آپ سانس روک کر بھی دکھائیں۔ اگر آپ یہ کہتے ہیں کھانا میں اپنی مرضی سے
کھاتا ہوں تو بھوکے رہ کر بھی دکھائیں۔ اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ زندگی میری

اپنی اختیاری ہے تو آپ ساری زندگی زندہ رہ کر قیامت کی بوریاں سمیٹ کر
دکھائیں۔ کہاں آپ کا اختیار ہے۔ نہ پیدائش پہ اختیار ہے نہ معصومیت کا دور
ختم ہونے پر اختیار ہے۔ نہ جوانی کی حفاظت پہ اختیار ہے۔ نہ بوڑھا نہ ہونے پہ
اختیار ہے۔ نہ مرنے پر اختیار ہے۔ کہاں اختیار ہے۔ لیکن کائنات میں حکمرانی
حاصل کرلیتے ہیں پھر آپ کو اپنی زندگی کے ہر معاملے پہ اختیار حاصل ہوجاتا
ہے۔ آپ یہ نہیں سمجھئے کہ جو پیغمبر ہوتے ہیں ان کا آپ کہیں جی یہ بھی تو
وصال کرتے ہیں یہ بھی تو اس دنیا سے اس دنیا میں جاتے ہیں یہ اس دنیا سے
اس دنیا میں اس لئے جاتے ہیں کہ اس دنیا سے ان کا دل گھبرا جاتا ہے۔ حضور
قلندر بابا اولیاء نے مجھے ایک واقعہ سنایا بہاؤالدین زکریا ملتانی کا کہ وہ بہت
بیمار ہوگئے۔ جب کسی علاج سے فائدہ نہیں ہوا اور وہ مرض مرض الموت بن
گیا گھر والے پریشان تھے تو دروازے پر دستک ہوئی۔ بڑے بیٹے باہر گئے۔ تو انہوں
نے دیکھا ایک بڑے بوڑھے کھڑے ہوئے ہیں اور انہوں نے ایک لفافہ دیا بیٹے کو کہ یہ
اپنے والد صاحب کو جاکے دے دو۔ اور ان سے پوچھو کہ میرے لئے کیا حکم ہے۔ بڑے
بیٹے نے وہ خط بہاؤالدین زکریا ملتانی کو دیا اور انہوں نے لفافہ کھولا، خط پڑھا،
پڑھنے کے بعد یہ کہا کہ ان سے جاکے کہیں کہ آپ کی بڑی مہربانی آپ آدھے
گھنٹے کے بعد تشریف لائیں۔ وہ خط تکیے کے نیچے رکھ دیا۔ جب وہ ضروری کام
تھے وصیت، قرضے ، ادھار یہ وہ بچوں کو سمجھایا بھئی اس کو یہ دینا،اس کو یہ
دینا اس کے بعد لیٹے اللہ کو یاد کیا اور انتقال ہوگیا۔ تجہیز و تکفین میں گھر والے
لگ گئے۔ قبرستان آنے کے بعد بیٹے کو خیال آیا کہ وہ بڑے صاحب کون تھے۔ اور ابا
نے ان سے کہا تھا کہ آدھے گھنٹے کے بعد آنا ، آدھے گھنٹے کے بعد وہ تو آئے نہیں۔
وہ کیوں نہیں آئے۔ خط کی تلاش ہوئی۔ وہ خط مل گیا۔ اس خط میں یہ لکھا
تھا کہ بہاؤالدین زکریا ملتانی کو سلام ۔ میں اللہ کی طرف سے آپ کے پاس
حاضر ہوا ہوں آپ کا بلاوا آگیا ہے ۔ میرے لئے کیا حکم ہے؟ نیچے لکھا تھا عزرائیل
ملک الموت۔ اور ٹھیک آدھے گھنٹے کے بعد وہ آئے اور جناب زکریا ملتانی کو لے
گئے اپنے ساتھ۔ حضور قلندر بابا فرماتے تھے کہ انسان اس بات کو سمجھے یا نہ
سمجھے چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اشرف المخلوقات قرار دے دیا ہے اور یہ
مسجود ملائک ہوگیا ہے یعنی فرشتوں نے اس کی حاکمیت کو تسلیم کرلیا ہے
جب تک کوئی انسان اپنی مرضی اور منشاء سے مرنے کے لئے تیار نہیں ہوجاتا
عزرائیل کی یہ جرات نہیں ہے کہ اس کی روح قبض کرسکے۔ ایسے حالات پیدا
ہوجاتے ہیں کہ انسان ازخود یہ چاہتا ہے کہ میں اس دنیا سے چلاجاؤں۔انہوں نے
فرمایا اگر عزرائیل انسان کو اس کی مرضی کے بغیر اس دنیا سے لے جائے تو
انسان کا شرف ختم ہوجائے گا۔ پھر یہ ماننا پڑے گا کہ ملک الموت یا عزرائیل
اشرف المخلوقات ہے انسان اشرف المخلوقات نہیں ہے۔ اس کے باوجود کہ
انسان اپنی حاکمیت سے بے بہرہ ہے بے خبر ہے بے یقین ہے ، فرشتے اس کے حکم
سے عدولی نہیں کرتے۔ اس کے چاہے بغیر اس کو دنیا سے نہیں لے جاتے۔ تو
انسان کو اللہ تعالیٰ نے اس زمین پر اس لئے پیدا کیا تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی

کائنات میں حکمرانی کے فرائض انجام دے۔ اور حکمرانی کے فرائض انجام جب دے
گا تو ظاہر ہے اللہ تعالیٰ کی نیابت اور خلافت اسے حاصل ہوگی۔ اور جب اللہ
تعالیٰ کی نیابت اور خلافت حاصل ہوگی تو اسے اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل
ہوجائے گا۔ یہ جتنے روحانی سلاسل ہیجتنے پیغمبران علیہم الصلوٰۃ والسلام
تشریف لائے جتنے پیغمبروں کے وارث اولیاء اللہ ہیں آپ ان کی تعلیمات کا
مطالعہ کریں ، آپ ان کی طرز فکر کا مطالعہ کریں تو آپ کو ایک ہی بات نظر
آئے گی کہ ہر پیغمبر نے ہر ولی اللہ نے انسان کو اس طرف متوجہ کیا ہے کہ
انسان کی ایک کائنات میں ایک حیثیت ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے کائنات میں
ایک اعزاز عطا کیا ہے۔ اور وہ اعجاز ارض خلیفۃ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نیابت کے
اختیارات انسان کو حاصل ہے۔ یہ انسان کا اعزاز ہے۔ اگر انسان اس اعزاز کو
تلاش نہیں کرتا اور مرجاتا ہے تو انسان کی موت میں اور حیوان کی موت میں
ہر گز کوئی فرق نہیں ہے۔ اس اعزاز کو حاصل کرنے کے لئے ۔ اس اعزاز سے
مستفیض ہونے کے لئے ۔ کائنات میں حکمراں ہونے کی حیثیت کو پہچاننے کے لئے
ضروری ہے کہ سب سے پہلے انسان اپنے آپ سے واقف ہو۔ ہم جب مادی وجود
کی بات کرتے ہیں تو مادی وجود تو انسان اور حیوان دونوں میں ہیں۔ جب ہم
مادی وجود کے تقاضوں کا تذکرہ کرتے ہیں تو مادی وجود حیوان اور انسان دونوں
میں ہیں۔ جب ہم موت و حیات کا تذکرہ کرتے ہیں تو موت و حیات انسان اور
حیوان دونوں میں ہیں۔ جب ہم سونے جاگنے کا تذکرہ کرتے ہیں تو سونے اور
جاگنے کا عمل انسان اور حیوانات دونوں میں ہے۔ انسان اور حیوان میں بنیادی
فرق یہ ہے کہ انسان مادی وجود سے ہٹ کر اپنی اصل سے واقف ہوتا ہے۔
حیوانات کو اللہ تعالیٰ نے یہ علم عطا نہیں کیا کہ وہ اپنی اصل سے واقفیت
حاصل کرلے۔ اور انسان کی اصل کیا ہے۔ انسان کی اصل اس کی روح ہے۔ کون
نہیں جانتا کہ جب تک اس مادی وجود کے اندر روح رہتی ہے مادی وجود میں
حرکت ہوتی ہے۔ اور جب مادی وجود سے روح اپنا تعلق توڑ لیتی ہے تو مادی
وجود میں حرکت ختم ہوجاتی ہے۔ ایک لاش کے علاوہ وہ کچھ بھی نہیں رہتا۔
میں بار بار اس بات کو دہراتا ہوں اور اس لئے دہراتا ہوں کہ یہ معاملہ ایسا ہے
کہ اگر پچاس دفعہ کہو تو پھر جاکر بات سمجھ میں آتی ہے۔ آپ نے کبھی کسی
مردہ جسم کو پانی پیتے دیکھا ہے؟ آپ نے کبھی کسی مردہ جسم کو روٹی کھاتے
دیکھا ہے؟ آپ نے کبھی کسی مردہ جسم کی شادی کی ہے؟ آپ نے کبھی کسی
ایسے جسم سے اولاد پیدا ہوتے دیکھی ہے کہ جس میں روح نہ ہو؟ آپ نے کبھی
کسی مردہ کو روتے دیکھا ہے؟ ہنستے دیکھا ہے؟ کسی چیز کا غم کرتے دیکھا
ہے؟ کیوں؟ اس لئے کہ مادی وجود کی تو حرکت اسی وقت ہے جب اس کے اندر
روح ہے۔ اگر اس کے اندر روح نہیں ہے تو مادی وجود کی حرکت نہیں ہے۔ اس
کے باوجود کہ روزانہ کا ہمارا تجربہ ہے کہ مادی وجود تابع ہے روح کے اور جب
روح اس جسم سے اپنا رشتہ منقطع کرتی ہے تو مادی وجود کی تمام حرکات و
سکنات ختم ہوجاتی ہے ۔ پھر بھی ہم مادی وجود کو ہی سب کچھ سمجھتے

ہیں۔ کیا آپ نے کبھی دیکھا ہے کہ ایک بچہ مر گیا اور آپ اس کو اسکول میں داخل کرآئے ہوں۔ کیا دنیا میں کبھی ایسا ہوا ہے کہ آپ نے بہترین کھانا پکا کر کسی مردے جسم کے منہ میں ڈال کر حلق سے نیچے اتار دیا ہو؟کتنا بھی آپ غوو و فکر کریں آپ کے جسم کی ہر حرکت روح کے تابع ہے۔ انگلی ہلانا، پلک جھپکنا، دوڑنا، بیٹھنا، چلنا، پھرنا، سونا ، جاگنا، شادی بیاہ، اولاد، رزق کا حصول، ملازمت ، کاروبار، کیا روح کے بغیر ممکن ہے؟ پھر آپ کس طرح کہتے ہیں یہ زندگی آپ کی مادی وجود کی زندگی ہے۔ بھئی کوئی ایک مثال تو ایسی بتا ؤ نہ۔ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ پیدائش کے سخت مرحلے میں ماں کا انتقال ہوجاتا ہے۔ جب تک ماں زندہ ہے۔ اس کا سینہ دودھ سے بھرا ہوا ہے۔ اور جیسے ہی روح نے اس جسم سے اپنا رشتہ منقطع کیا ماں کا دودھ خشک ہوگیا۔ بچہ دودھ نہیں چوس سکتا۔ کتنی مثالیں آپ دیں گے کس طرح آپ سمجھیں گے کہ مادی وجود کی کوئی حرکت نہیں ہے۔ زندگی کے کسی بھی مرحلے میں ، کسی بھی مرحلے میں آپ یہ ثابت نہیں کرسکتے کہ جسمانی یا مادی وجود کی حرکت اس کی ذاتی حرکت ہے۔ مادی وجود کی حرکت اسی وقت ہے جب تک آپ کے اندر آپ کی روح موجود ہے۔ آپ کی اصل کیا ہوئی؟ آپ کی اصل مادی وجود ہے یا روح ہے۔ توآپ نے اپنے اصل کو تلاش کرنے کے لئے اسّی نوے سال کی زندگی میں کبھی دس منٹ بھی نہیں لگایاکہ بھئی ہماری اصل کیا ہے نقل کیا ہے۔ مادی وجود کو ہم سب کچھ سمجھتے ہیں۔ مادی وجود کو دھوتے ہیں۔ خوشبوئیں لگاتے ہیں۔ صاف ستھرا رکھتے ہیں بہترے لباس سے مزین کرتے ہیں۔ لیکن روح کے بارے میں ہم نے کبھی نہیں سوچاہے کہ اس کو بھی پاک رکھیں۔ اس کو بھی لباس کی ضرورت ہے۔ اس کو بھی غذا کی ضرورت ہے۔ مادی وجود سب کچھ ہے۔ جبکہ ہمارا تجربہ اور مشاہدہ یہ ہے کہ مادی وجود کچھ بھی نہیں ہے۔ مادی وجود ہمیشہ روح کے تابع ہے۔ ہر انسان کے لئے یہ ایک سوال ہے جس کا جواب دینا اس پر لازم ہے اس کی مجبور ی ہے کیا مادی وجود اصل ہے، کیا آپ کے مادے وجود کی حرکات و سکنات اصل ہیں۔ کیا آپ کا مادی وجود کھانا کھاتا ہے۔ پانی پیتا ہے، سوتا ہے، جاگتا ہے، پیشاب پاخانہ کرتا ہے، مادی وجود کے اندر کبھی کسی نے خون دوڑتا ہوا دیکھا ہے، محسوس کیا ہے؟ ایک ایسا وجود جس کو روح نے سہارا دیا ہوا ہے ۔ آپ پیر کے انگوٹھے میں سوئی چبھوئیں۔ دماغ میں اس کی چوٹ محسوس ہوتی ہے۔ لیکن ایک مردہ جسم اس کے جسم کے آپ بیس ٹکڑے کردیں اس کی زبان سے ایک آہ بھی نہیں نکلے گی۔ اب دیکھیں نہ یہ پوسٹ مارٹم ہوتا ہے۔ ڈاکٹر چیر پھاڑ کرتے ہیں۔ کبھی سسکاری نکلی کوئی۔ کبھی اس جسم نے یہ کہا کہ بھئی مجھے کیوں چیر پھاڑ کررہے ہو۔ تو کس طرح مادی وجود آپ کا اصل ہوا۔ اور جب مادی وجود آپ کا اصل نہیں ہے یعنی آپ مادی وجود نہیں ہیں تو آپ کیا ہیں۔ آپ کیا ہیں؟ روح ہیں۔ آپ کی اصل کیا ہے۔ روح ہے۔ آپ کے اندر حرکات و سکنات منتقل کرنے والی چیز کیا ہے؟ روح ہے۔ آپ جب کھانا کھاتے ہیں تو مادی وجود کھانا کھاتا ہے یا روح کھاتی ہے۔ اگر روح کھانا

نہیں کھاتی تو روح نکلنے کے بعد مادی وجود کھانا کیوں نہیں کھاتا۔ آپ پانی پیتے ہیں یا آپ کی روح پانی پیتی ہے؟ اگر روح پانی نہیں پیتی تو روح کے نکلنے کے بعد مردہ جسم پانی کیوں نہیں پیتا۔ کتنا بھی آپ فرار اختیار کریں ، کتنا بھی آپ اپنی زندگی سے بغاوت کریں ،کتنا بھی آپ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا کفران کریں آپ مجبور ہیں اس بات پر کہ مادی وجود آپ کا اصل نہیں ہے۔ مادی وجود اصل نہیں ہے۔ مادی وجود اصل نہیں ہے۔ اصلی وجود آپ کا روح ہے۔ کیسی ستم ظریفی ہے ، کتنی جہالت ہے۔ کتنا عذاب ہے کہ انسان ساری زندگی کھاتا ہے، پیتا ہے، سوتا ہے ، جاگتا ہے۔ دنیا کی طمع اور حسد میں پڑا ہوا ہے۔ لیکن کبھی وہ یہ نہیں سوچتا کہ جب میں مرجاتا ہوں تو میرے اندر کیوں نہیں رہتی۔ تو جب آپ اپنی اصل سے ہی فرار آپ نے اختیار کرلیا جب آپ نے اپنی نقل کو ہی اصل سمجھ لیا جب آپ نے گھٹنے والی چیز کو بڑھنے والی چیز مان لیا جان لیا تو آپ اللہ کی خدائی میں کس طرح مقام حاصل کرسکتے ہیں۔ مادی وجود کو سب کچھ سمجھنا ، مادی وجود کو اصل سمجھنا یہ الٰہی قانون سے بغاوت ہے۔ اس لئے بغاوت کرنا ہے کہ مادی وجود تابع ہے روح کے۔ روح مادی وجود کے کبھی تابع نہیں ہوتی۔ انسان، بغاوت پر آمادہ انسان ، مسلسل بغاوت کرنے والا انسان ، مسلسل اصل سے فرار حاصل کرنے والا انسان ، مسلسل خود کو دھوکہ دینے والا انسان کہتا ہے مجھے سکون حاصل نہیں ہے۔ میں پریشان ہوں۔ میری زندگی عذاب ناک ہے۔ میری زندگی میں مسرت و شادمانی کا کہیں عمل دخل نہیں آتا۔ جب انسان خود کو دھوکہ دے رہا ہے ، جب انسان خود سے بغاوت کررہا ہے ، جب انسان اللہ تعالیٰ سے بغاوت اختیار کررہا ہے تو اس کو کیسے سکون مل سکتا ہے۔ وہ اللہ کا دوست کیسے ہوسکتا ہے۔ سکون کہاں ہوگا۔ سکون وہاں ہوگا جہاں اللہ ہوگا۔ سکون کن لوگوں میں ہوگا سکون ان لوگوں میں ہوگا جو اللہ کے دوست ہیں۔ اللہ کے دوست کون لوگ ہیں جو اپنی اصل سے واقف ہیں۔ جو اللہ کو پہچانتے ہیں۔ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے جس نے اپنی اصل کو پہچان لیا جس نے اپنی روح کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ اور جس نے اپنے رب کو پہچان لیا وہ رب کا دوست بن گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ... الا ان اولیا اللہ لا خوف علیہم ولہم یحزنون ... اللہ کے دوستوں کو خوف اور غم نہیں ہوتا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو اللہ کے دوست نہیں ہوتے ان کی زندگی میں غم اور خوف کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا۔ بات سمجھنے کی ہے۔ اللہ کے دوستوں کو خوف اور غم نہیں ہوتا۔ یعنی جو اللہ کے دوست نہیں ہوتے غم اور خوف ک علاوہ انہیں سکون نہیں ملتا۔ آپ ذرا غور فرمائیں کہ جنت سکون کی جگہ ہے۔ جنت میں اللہ کے دوست جائیں گے یا دشمن جائیں گے؟ جی؟ دوست کی کیا پہچان ہے؟ اب ہم سارے بیٹھے ہوئے ہیں ہر آدمی ایک منٹ کے لئے اپنے اندر جھانکے اس کو کتنا خوف ہے کتنا غم ہے۔ آنکھیں بند کرکے جھانکیں میں بھی جھانکتا ہوں۔ ایک آدمی ہاتھ اٹھائے جس کو غم و خوف نہ ہو۔ یہ توچھوٹا سا مجمع ہے۔ سات سو اٹھ سو آدمیوں کا مجمع ہوگا۔ چھ ارب

آدمیوں سے اگر آپ یہی سوال کریں گے آپ کو ایک آدمی بھی ایسا نظر نہیں آئے
گا جس کے اندر خوف اور غم نہیں ہوگا۔ اور جب غم اور خوف ہوگا پھر کیا
ہوگا؟ اللہ کا دوست نہیں ہوگا ۔ اور جب اللہ کا دوست نہیں ہوگا تو جنت میں
کیسے جائے گا۔ یہاں تو صورت یہ ہے ہر آدمی اللہ سے ڈر رہا ہے۔ اللہ کہتا ہے
میرے دوستوں کو خوف اور غم نہیں ہوتا ہے۔ یہاں صورت حال یہ ہے کہ ہر
آدمی سب سے زیادہ اللہ سے ہی ڈر رہا ہوتا ہے۔ اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو،
اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو نہیں ، اللہ کی عظمت و جلال کو محسوس کرکے اللہ
کا ادب کرو۔ اللہ کا احترام کرو۔اور اللہ کے ساتھ ادب و احترام کے ساتھ اللہ
سے محبت کرو۔ اس لئے اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ ڈرنے کی چیز ہے تو اس
آیت کا آپ کیا کریں گے ... الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولہم یحزنون کہ اللہ
کے دوستوں کو خوف اور غم نہیں ہوتا۔ اور اگر غم اور خوف ہوتا ہے وہ بندے
اللہ کا دوست نہیں ہے۔ لیکن صورت حال یہ ہے کہ اللہ کی دوستی کب ہوگی ،
اللہ کی دوستی کب ہوگی؟ اللہ کی دوستی اس وقت ہوگی جب اس چیز کو
جانیں گے جو آپ کے اندر اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے انسان کا پتلا بنایا
مٹی سے۔ من صلصال من حما مسنون۔ گوندھے ہوئے گارے سے آدم کا پتلا بنایا۔ و
نفخت فیہ من روحی۔ ... پھر میں نے اس پتلے کے اندر اپنی جان ڈال دی۔ وہ پتلا
کیا ہے؟ پتلا کیا ہے؟ مادی وجود۔ اس پتلے کے اندر روح کیا ہے؟ اللہ۔ تو اس کا
کیا مطلب ہوا اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر انسان کا اصل اللہ ہے۔ ہر انسان کا
اصل اللہ کہنے سے مقصد یہ نہیں ہے نعوذ باللہ کوئی یہ کفر ہوگیا کہ صاحب
پھر تو انسان اللہ ہوگیا۔ تو یہ سمندر ہے۔ سمندر میں سے آپ ایک قطرہ ڈراپ
سے لے لیں وہ سمندر نہیں ہوسکتا۔ سمندر کا قطرہ تو وہ ہے لیکن آپ اسے
سمندر نہیں کہہ سکتے۔ اسی طرح جب انسان کے اندر اللہ کی روح یا اللہ کی
جان میں کا ایک حصہ پڑا ہوا ہے جس کی وجہ سے تمام حرکات و سکنات جاری
ہیں تو اس کو آپ یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ ہر انسان کے اندر اللہ کی جان ہے۔
لیکن آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ انسان اللہ ہے۔ انسان کیا ہے؟ انسان کیا
ہے؟ روح ہے۔ روح نے اپنے مظاہرے کے لئے مختلف صورتیں بنائیں۔ اس زمین کے
اوپر جو بوقلمونیاں آپ کو نظر آتی ہیں رنگا رنگ چیزیں نظر آتی ہیں کیا ان
سب کے اندر روح نہیں ہے؟ سب کے اندر روح ہے۔ لیکن ایک انسان ایسی اللہ
کی مخلوق ہے کہ جو روح کے علم سے واقف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو روح کا
علم عطا کیا ہے۔ اور نہ صرف روح کا علم عطا کیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن
پاک میں یہ بھی بتادیا۔ پیغمبروں کے ذریعے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں نے
ہر پیغمبر نے یہ بات انسان کو بتائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بنایا ، کن کہا،
کائنات کی تشکیل ہوئی۔ کائنات کی تشکیل میں فرشتے بھی ہیں، جنات بھی
ہیں، انسان بھی ہیں اور دوسری تمام مخلوقات بھی ہیں۔ لیکن چونکہ اللہ
تعالیٰ کو انسان کو اپنا نائب اور خلیفہ بنانا تھا تو اللہ تعالیٰ نے مخاطب کرکے
فرمایا ... الست بربکم روحوں نے الست بربکم کے جواب میں قالوا بلیٰ کہا ، اس

بات کا اقرار کیا کہ جی ہاں آپ ہمارے رب ہیں۔ اس میں ذرا آپ غور تو کریں۔ الست بربکم ... کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ دیکھئے چوائس ہے۔ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ روحوں نے کہا جی ہاں آپ ہمارے رب ہیں۔ تو روح نے کب کہا آپ ہمارے رب ہیں۔ پہلے اللہ کی آواز سنی۔ پھر اللہ کو دیکھا۔ پھر اللہ کو دیکھنے کے بعد اللہ کی ربوبیت کا اقرار کیا ۔ تو جب آپ اس کی سمری بنائیں گے تو یہ کہیں گے کہ روحوں نے اللہ کو دیکھا بھی ہے، اللہ کی آواز بھی سنی ہے اور اللہ کو دیکھنے کے بعد اللہ کی ربوبیت کا اقرار بھی کیا ہے۔ اب آپ اس کو کس طرح کہیں گے کہ ہماری روح اللہ کی آواز سن چکی ہے۔ ہماری روح اللہ کو دیکھ چکی ہے۔ ہماری روح اللہ کو دیکھ کر اللہ کی آواز سن کر، اللہ کو پہچان کر بحیثیت خالق کے اللہ کے رب ہونے کا عہد بھی کرچکی ہے۔ روح کیا ہے؟ ہماری اصل ہے۔ مادی وجود ہماری اصل نہیں ہے۔ تو اگر ہم اپنی اصل سے واقف ہوجائیں تو ہماری اصل تو اللہ کی آواز بھی سن چکی ہے ، اللہ کو دیکھ بھی چکی ہے، اللہ کی ربوبیت کا عہد بھی کرچکی ہے۔ اور اگر ہم مادی وجود کو ... (آواز غائب ہے) ... کتنی بھی آپ دلیلیں دے ڈالیں مادی وجود آپ ثابت نہیں کرسکتے۔کوئی آدمی مادی وجود کو اہمیت دے کر دہریہ تو ہوسکتا ہے ، خدا کا منکر تو ہوسکتا ہے، لیکن مادی وجود کو اصل ثابت نہیں کرسکتا۔ اس لئے کہ تجربات اور مشاہدات یہ بتارہے ہیں کہ مادی وجود جو ہیں اصل نہیں ہیں۔ مادی وجود ایک مفروضہ ہے، فکشن ہے۔ اس مفروضے اور فکشن کو اگر کوئی چلانے والی چیز ہے عارضی طور پر وہ روح ہے، اصل ہے۔ جب ہم اپنی روح سے واقف ہوجاتے ہیں ، جب ہم اپنی اصل کو ڈھونڈ لیتے ہیںیعنی اپنی روح کو تو ہمیں کیا چیز حاصل ہوتی ہے؟ ہمیں یہ چیز حاصل ہوتی ہے کہ ہماری روح تو اللہ کو دیکھ چکی ہے۔ لہٰذا جب ہم اپنی اصل سے واقف ہوں گے تو اٹومیٹکٰ ہم اللہ کو جس طرح ازل میں دیکھ چکے ہیں آج بھی دیکھیں گے۔ جب ہم اپنی اصل سے واقف ہوجائیں گے جس طرح ہم اللہ کی آواز ازل میں سن چکے ہیں آج بھی سنیں گے۔ جب ہم اپنی اصل یا اپنی روح سے واقف ہوجائیںگے تو جس طرح ازل میں ہماری روح نے اللہ کی ربوبیت کا اقرا ر کیا ہم مادی وجود میں رہتے ہوئے اللہ کی ربوبیت کا اقرار کریں گے۔ اور اگر ہم مادی وجود کو سب کچھ سمجھیں گے تو ظاہر ہے مادی وجود نے تو اللہ کو دیکھا ہی نہیں ہے۔ اللہ کی آواز ہی نہیں سنی۔ اللہ کی ربوبیت کا اقرار کس نے کیا؟ مادی وجود تو وہاں عالم ارواح میں نہیں تھا نہ ، مادی وجود تو یہاں ہے۔ آواز کس نے سنی اللہ کی؟ کس کی روح نے ؟ جی؟ سب کی روح نے۔ آدم کہاں ... میری روح نے آپ کی روح نے، اس کی روح نے ، اس کی روح نے۔ آدم زاد کی ہر روح نے اللہ کی آواز کو سنا۔ اللہ کو دیکھا۔ اللہ کی ربوبیت کا اقرار کیا۔ تو اگر ہم اپنی اصل سے واقف ہوجائیں گے تو ظاہر ہے سب سے پہلے ہماری نظر کہاں پڑے گی ؟ اللہ کے اوپر پڑے گی۔ کان میں اللہ کی آواز آئے گی۔ اللہ کو دیکھ کے اللہ کی ربوبیت کا اقرار کریں گے۔ اب جس بندے نے اللہ کو دیکھ لیا ، اللہ کی آواز سن لی۔ اللہ کی ربوبیت کا

اقرار کرلیا وہ بندہ اللہ کا دوست نہیں ہوا تو کیا ہوا؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ
جب تک انسان اپنی اصل سے واقف نہیں ہوگا وہ غم و آلام کی زندگی بسر کرتا
رہے گا۔ عدم تحفظ کے احساس میں تڑپ تڑپ کر مرجائے گا اس کا کوئی پرسان
حال نہیں ہوگا۔ مسلمانوں پر بالخصوص اور پوری نوع انسانی میں بالعموم یہ
فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ فکشن زندگی میں رہتے ہوئے اصل زندگی سے واقف
ہوجائے۔ اور اصل زندگی سے واقفیت کا جو طریقہ ہے یا جو کورس ہے یا جو
اسکول ہے وہ اولیاء اللہ کا قائم کردہ ہے۔ وہ یہی ہے کہ آپ کو کنسنٹریشن
حاصل ہو۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ کی پریکٹس میں یہ بات آئے کہ
مادی وجود جو ہے وہ اصل نہیں ہے۔ اور اس کو آپ مثالوں سے ثابت کرسکتے
ہیں۔ یہاں کوئی بھی آدمی ہے اس کا دادا پردادا، نانا پرنانا، کوئی نہ کوئی تو مرا
تو ضرور ہے۔ ہمیں بھی یقین ہے کہ ہم بھی ضرور مریں گے۔ تو جو مرنے والی
چیز ہے جو گھٹنے والی چیز ہے جو بوڑھی ہونے والی چیز ہے وہ اصل کیسے ہے۔
تو جب ہم اپنی روح سے واقف ہوجائیں گے ، اللہ سے واقف ہوجائیں گے۔ اور
روح سے واقفیت کا جو طریقہ ہے اس کے لئے اولیاء اللہ نے یہ سلسلہ قائم کیا
ہے ، سہروردیہ سلسلہ، نقشبندیہ سلسلہ، چشتیہ سلسلہ، عظیمیہ سلسلہ، اب
یہ بالکل الگ بات ہے کہ جیسے جیسے مادی وجود میں انسان کا انہماک زیادہ ہوا
اسی مناسبت سے انسان کا شعور بھی زیادہ ہوا۔ اگر انسان کا شعور بالغ نہ ہو
تو مادی زندگی میں انہماک پیدا نہیں ہوگا۔ مادی زندگی میں انہماک سے جو
شعور بالغ ہوا تو اب انسان ان باتوں کو آسانی سے سمجھنے لگا جو باتیں پہلے
اس کی سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔ چونکہ مادی انہماک زیادہ ہوا اور مادی
انہماک سے شعور کا پھیلاؤ زیادہ ہوا اس لئے سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے ارشاد کے مطابق ، حکم کے مطابق سلسلہ عظیمیہ قائم ہوا۔ تاکہ مادی
شعور کے پھیلاؤ کی مناسبت سے انسان کو وہ باتیں بتائی جائیں جن کے ذریعے وہ
اپنی اصل سے اپنی روح سے آسانی کے ساتھ واقف ہوجائے اور قریب ہوجائے۔
کوئی بھی چیز سیکھنے کے لئے بنیادی شرط یہ ہے کہ آپ کو یکسوئی ہو۔ آپ کا
اس کے اندر انہماک پیدا ہو۔آپ کے اندر ذوق و شوق پیدا ہو۔ اگر بچے کے اندر
ذوق شوق پیدا نہیں ہوگا ، انہماک نہیں ہوگا تو وہ کبھی کسی کلاس میں پاس
ہی نہیں ہوگا۔ لیکن اگر انہماک ہے، ذوق و شوق ہے ، علم سیکھنے کے تقاضے
پورے کئے جارہے ہیں تو ننانوے فیصدی اس بات کا امکان ہے کہ وہ بچہ پاس
ہوگا فیل نہیں ہوگا۔ یہی صورتحال روحانی علوم کا بھی ہے۔ اگر ہمارا انہماک
مادی وجود میں رہتے ہوئے اصل کی تلاش میں ہوگیا تو ہم اصل کو ڈھونڈ لیں
گے۔ اس انہماک کا نام تصوف میں مراقبہ لیا جاتا ہے۔ مراقبہ کا مطلب ہے
کنسنٹریشن۔ مراقبہ کا مطلب ہے ڈھونڈنا۔ مراقبہ کا مطلب ہے تفکر کرنا۔
مراقبہ کا مطلب ہے گہرائی میں ڈوب جانا۔ گہرائی میں ڈوب کر وہاں سے وہ
چیز نکال لینا جو چیز مادی وجود کے لئے ممکن نہیں ہے ۔ مراقبہ ایک تکنیک ہے۔
ایک لفظ ہے۔ مراقبہ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مراقبہ ایک کوئی بہت ہی ایک

عجیب و غریب چیز ہے ۔ نام ہے۔ مراقبہ کا مطلب ہے ذہنی یکسوئی کے ساتھ
مادی وجود کو سامنے رکھ کر اس کے گھٹنے بڑھنے کو سامنے رکھ کر اس کی فنا
کو سامنے رکھ کر آپ اصل کو تلاش کریں یہ اصل کی تلاش ہی مراقبہ ہے۔
سلسلہ عالیہ عظیمیہ کا یہ بہت بڑا اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا وصف ہے ، اعجاز ہے،
سلسلہ عالیہ عظیمیہ نے تھیوریٹیکل ، پریکٹیکل دونوں طرح نوع انسانی کو اس
پلیٹ فارم پر لانے کی کوشش کی ہے کہ وہ مادی وجود کو فکشن وجود کو اصل
نہ سمجھیں اور اصل کی تلاش کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم
اصل کو تلاش کریں۔ اور آپ یاد رکھیں اگر اصل کو آپ نے تلاش نہیں کیا سکون
آپ کو نہیں ملے گا۔ آپ کے پاس انبار لگ جائیں دولت کے سکون نہیں ملے گا۔
آپ کے پاس دولت کے انبار ہوں آپ اپنی اصل سے واقف ہوں دولت آپ کا کچھ
نہیں بگاڑے گی۔ آپ کے پاس کم دولت ہو آپ روح سے واقف ہوں ، کم دولت
سے کبھی آپ بے سکون نہیں ہوں گے۔ خوشی اندر ہے باہر نہیں ہے۔ سکون
اندر ہے باہر نہیں ہے۔ سکون آپ کی روح میں ہے۔ مادی وجود میں نہیں ہے۔
اگرسکون حاصل کرنا ہے ، اگر زندگی کو کانٹوں کی سیج نہیں بنانا ہے تو پوری
نوع انسانی کو اس طرف آنا پڑے گا کہ اصل وجود مادی وجود نہیں ہے اصل
وجود روح ہے۔ آپ سب حضرات نے بہت غور سے یہ باتیں سنیں ، اب محض
سننے کی حدتک اس بات کو نہ رکھئے گا میرا خیال ہے یہاں جتنے بھی لوگ ہیں
میری ایک ہمیشہ ایک کوشش ہوتی ہے جو میں خصوصاً جب میرے سلسلے کے
بچے میرے سامنے ہوتے ہیں ایک عام مجمع میں مجھے جب بولنے کا موقع ملتا ہے
تو اس میں زیادہ تر میں ادھر کی دلیل ادھر کی دلیلیں دیتا رہتا ہوں۔ لیکن جب
یہ میرے بچے میرے سامنے ہوتے ہیں تو میری کوشش یہ ہوتی ہے کہ مجھے میرے
مرشد نے جس طرح تعلیمات دی ہیں اور ان تعلیمات کے دوران جس طرح وہ
تصرف میرے اوپر فرماتے تھے کہ وہ چیزیں ذہن نشین ہوجائیں تو میں بھی
ہمیشہ اس قسم کے اجتماعات میں جہاں عظیمی لوگوں کی تعداد زیادہ ہوتی
ہے جو مجھے سکھایا گیا ہے میں بولنے کے ساتھ ساتھ تصرف کو بھی تھوڑا سا
استعمال کرتا ہوں۔ اور یہ جو آپ نے دیکھا ہوگا کہ میں ایک بات کو کئی کئی
طرح بیان کرتا ہوں اس سے بھی میرا یہی منشاء ہوتا ہے کہ آپ کے ذہن نشین
بات ہوجائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج کی اس مجلس میں یہاں جتنے بھی لوگ
بیٹھے ہیں ان کے ذہن میں یہ بات آگئی ہے کہ اصل وجود مادی وجود نہیں ہے۔
اصل وجود روح ہے۔ مہربانی کرکے جن لوگوں کی سمجھ میں یہ بات آگئی ہے
کہ مادی وجود اصل نہیں ہے روح اصل وجود ہے وہ ہاتھ اٹھادیں۔ الحمد للہ ! آج
کا یہ پروگرام کامیاب رہا۔ اللہ تعالیٰ مجھے ہمت دے کہ مجھے میرے مرشد کریم
حضور قلندر بابا اولیا نے سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت سے جو کچھ
سکھایا وہ میں ذہنی سکت کے مطابق اپنی بھی اور آپ کی بھی آپ کے سامنے
پیش کرتا رہوں۔ آپ کو بتاتا رہوں۔ آپ کو سکھاتا رہوں۔ مجھے بھی اللہ تعالیٰ
توفیق دے کہ میں بھی عمل کروں اور میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی

توفیق دے کہ آپ بھی عمل کریں۔ ان گزارشات کے بعد جیسا یہ دستور ہے کہ
آدمی جب خوش ہوتا ہے تو اظہار خوشنودی کے لئے کچھ الفاظ ایسے بولتا ہے
جو اظہار تشکر کے لئے ادا کئے جاتے ہیں۔ آپ سب حضرات سردی کے موسم
میں اپنا کاروبارچھوڑ کر ، بیوی بچوں کی رفاقت سے دور ہوکر ، دور دراز سفر
کرکے یہاں تشریف لائے ، میرے پاس تشریف لائے۔ مجھے آپ نے عزت عطا کی۔
اس کے لئے میں آپ سب حضرات کا انتہائی شکر گزار ہوں۔ میں جب آپ کو
دیکھتا ہوں تو میرے اندر ایک جذبہ آج کل یہ بار بار ابھرتا ہے کہ اب میں بوڑھا
ہوگیا ہوں۔ اور جب بوڑھاپے کا خیال آتا ہے تو لازماً آدمی کے ذہن میں یہ بات
آتی ہے کہ اب سفر مختصر رہ گیا ہے۔ لیکن جب آپ حضرات کے ہنستے کھیلتے
معصوم چہرے میرے سامنے آتے ہیں آپ سب حضرات کو پیار و محبت کے ساتھ
خلوص و یگانگت کے ساتھ ، ایثار کے ساتھ ، محبت کے ساتھ ، اخوت و بھائی چارے
کے ساتھ جب آپس میں بیٹھے ہوئے دیکھتا ہوں چلتے پھرتے دیکھتا ہوں ، باتیں
کرتے ہوئے دیکھتا ہوں تو مجھے اپنے جو بوڑھاپے کا خیال اس سے میں دور ہوجاتا
ہوں۔آپ یہ کہئے کہ آپ لوگوں کو اجتماعی طور پر خوش دیکھ کر بہن بھائیوں
کو اکھٹا دیکھ کر میں سمجھتا ہوں کہ میری زندگی میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ اللہ
تعالیٰ آپ کو خوش رکھے۔ اور آپ اسی طرح اپنے مرکز کو اپنا وقت دیتے رہیں۔
مرکز کو مضبوط بناتے رہیں۔ مرکز کے بغیر کوئی تنظیم کامیاب نہیں ہوتی۔
مرکز کے بغیر کوئی پروگرام مکمل نہیں ہوتا۔ اب دیکھئے اسلام کے لئے سب سے
بڑا مرکز مکہ شریف اور مدینہ منورہ ہے۔ اسلام مرکز سے پھیلا۔ اور آج بھی
اسلام مرکز کے ساتھ قائم ہے۔ اللہ کا اور مخلوق کا رشتہ توحید کا رشتہ ہے۔
اللہ تعالیٰ کے ساتھ توحید کا قیام بھی ایک مرکز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے لئے
منتخب کرلیا ہے ۔ رسول اللہ ﷺ نے جس سلسلے کی داغ بیل ڈالی ہے حضور علیہ
الصلوٰۃ والسلام کے حکم سے حضور قلندر بابا اولیائؒ نے جو سلسلہ قائم کیا ہے
چونکہ سلسلہ نیا نیا ہے تو آج کے ہم جتنے بھی لوگ ہیں وہ دراصل سلسلے کے
ستون ہیں۔آئندہ سلسلے کی عمارت ان ستونوں پر کھڑی ہوگی۔ ہمیں چاہئے
کہ ہم بحیثیت ستون کے اتنے مضبوط ہوں کہ ان ستونوں کے اوپر جو بلڈنگ
کھڑی ہو وہ لاکھوں سال بھی اگر قائم رہے۔ تو اس میں دراڑ نہ پڑے۔ اور اس کا
ایک ہی طریقہ ہے کہ ہر انسان دوسرے انسان کے لئے ایثار کرے۔ ہر انسان کے
اندر دوسرے انسان کی خدمت کا جذبہ ہو۔ ہر انسان خصوصاً عظیمی انسان
کسی سے توقع قائم نہ کرے۔ لیکن خود ہر دوسرے آدمی کے لئے کام آنے کے لئے
تیار رہے۔ وہ یہ نہ چاہے کہ کوئی میرے کام آئے۔ وہ یہ چاہے کہ میں کسی کے
کس طرح کام آسکتا ہوں۔ یہی ہمارے سلسلے کی تعلیمات ہیں۔ اور اگر ہم نے
ان تعلیمات پر عمل کیا تو انشاء اللہ ہم اس دنیا میں بھی سرخرو ہونگے۔ ایک
وقت آئے گاکہ ہم اپنی اصل سے بھی واقف ہوجائیں گے۔ سیدنا حضور علیہ
الصلوٰۃ والسلام کے دربار میں بھی ہمیں سرخروئی حاصل ہوگی۔ انشاء اللہ اللہ
تعالیٰ کی دوستی کا شرف بھی ہمیں حاصل ہوگا۔ اور ایک وقت آئے گا کہ اللہ

تعالیٰ کے دوست کی حیثیت سے ہمارے اوپر سے غم اور خوف کے سائے ختم
ہوجائیں گے۔ ہم پرسکون زندگی گزاریں گے۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ آپ
خود کسی کے لئے جو کچھ کرسکتے ہیں وہ کرگزریں۔ کسی دوسرے سے کوئی
توقع نہ رکھیں۔ جب ہر آدمی یہ سوچے گا کہ میں اپنے بھائی کے لئے کچھ
کرگزروں تو توقع کا سلسلہ ہی ختم ہوجائے گا۔ جب ہر آدمی یہ سوچے گا میں
اپنے بھائی کے کام آجاؤں تو پھر آپ کو کسی سے توقع قائم کرنے کی ضرورت ہی
پیش نہیں آئے گی۔ اس کے بعد اس سال ہم نے آپ کے لئے اپنی بساط کے مطابق
انتظامات کئے تھے کہ آپ کو ہم جتنا بھی آرام پہنچا سکیں آرام پہنچائیں۔ اور آپ
کو یہ سن کر بڑی مسرت آمیز حیرت ہوگی کہ مرکزی مراقبہ ہال کے کارکنان
آپ کے بھائی جنوری کے عرس کے بعد مارچ سے اس بات کی تیاریاں شروع کردیتے
ہیں کہ دنیا کے مختلف ممالک سے، مختلف شہروں سے ہمارے جو بھائی یہاں
تشریف لائیں گے وہ ہمارے مرشد کریم حضور قلندر بابا اولیا کے مہمان ہیں ہم
آٹھ نو مہینے مسلسل اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ ہمارے مہمانان گرامی
جب یہاں تشریف لائیں تو یہاں کے ماحول سے ، مرکزی مراقبہ ہال کے کارکنان
سے، یہاں کی فضا سے انہیں مسرت و خوشی حاصل ہو۔ یقینا آپ حضرات کے
سامنے یہ بات ہے کہ ہر سال ان عظیمی آپ کے عظیمی بہن بھائیوں کے ان
کوششوں سے آپ کو مرکزی مراقبہ ہال میں خوشی اور مسرت کا زیادہ
احساس ہوتا ہے۔ جیسے اس مرتبہ آپ نے پھول دیکھے۔ پچھلے سال آپ نے
صفائی دیکھی جو ابھی تک قائم ہے۔ اس سال آپ نے لنگر کا جو انتظام ہے پچھلے
سال کے مقابلے میں یقینا بہتر پایا ہوگا۔ ہم سب کی جدوجہد اور کوشش یہ ہے
کہ حضور قلندر بابا اولیاء کے مہمان یہاں جب آئیں تو ان کو ہم زیادہ سے زیادہ
سکون منتقل کرسکیں۔ زیادہ سے زیادہ انہیں خوش کرسکیں۔ اس مرتبہ قدرت
کا کرنا ایسا ہو اکہ بارش ہوگئی۔ بارش میں آپ حضرات کو تھوڑی سی تکلیف
ہوئی۔ لیکن اس تکلیف کے ساتھ ساتھ مجھے آپ کو اور کارکنان مرکزی مراقبہ
ہال کو جو تجربہ ہوا وہ بہت خوش آئند تجربہ ہے۔ وہ یہ کہ سات سو آٹھ سو
آدمیوں نے بارش کی صعوبت کو تکلیف نہیں سمجھا۔ تکلیف نہیں جانا۔ آپ
حضرات نے بستر بھی اٹھائے آپ کے پیروں سے گیلی مٹی بھی لگی مسجد کے
ٹھنڈے فرش پر آپ کو لیٹنا بھی پڑا۔ لیکن الحمد للہ چونکہ آپ کے یہاں آنے کا
مقصد دنیا داری نہیں تھا آپ کے یہاں آنے کا مقصد آپ کے ذہن میں یہ تھا کہ
مرشد کی خوشی حاصل ہو قلندر بابا اولیائ کے فیض سے ، روحانی فیض سے ہم
لوگ مستفیض ہوں اس لئے اس تکلیف کو آپ نے تکلیف نہیں جانا۔ اور کسی
بھی صورت سے ہمیں اس بات کی کوئی اطلاع نہیں ملی کہ عظیمی بہن
بھائیوں نے اس میں ضعیف بھی ہیں، جوان بھی ہیں ، بیمار بھی ہیں، کوئی
شکوہ کیا ہو۔ آپ کی اس طرز عمل سے ہمیں یہ احساس ہوا کہ ہمیں یہ
تجربہ ہوا ، اس تجربہ کی بنیاد پر ہمارے اندر یقین مستحکم ہوا کہ اللہ تعالیٰ
کے فضل و کرم سے ہم نے جس تنظیم کی ابتداء کی تھی اس تنظیم میں اعتماد

پیدا ہوگیا ہے۔ اس تنظیم کے لوگومیں قوت برداشت پیدا ہوگئی ہے۔ اس تنظیم
کے کارکنان میں صبر و برداشت پیدا ہوگیا ہے۔ اور بلامبالغہ یہ بات میرے لئے ،
آپ کے لئے اور سلسلے کے تمام بڑوں کے لئے بہت ہی خوش آئند ہے اور بہت ہی
بڑی بات ہے۔ میں سمجھتا ہوں اگر یہ بارش نہ ہوتی تو ہمیں اتنا بڑا تجربہ نہ
ہوتا۔ اور جب ہمیں اتنا بڑا تجربہ نہ ہوتا تو ہمیں اتنی بڑی خوشی بھی نہ
ہوتی۔ مجھے خیال آتا ہے کہ بارش آئی اور تھوڑی دیر کے بعد جب ہم تتر بتر
ہوگئے ادھر سے ادھر ہوگئے بادل نکل گئے اور آسمان نظر آنے لگا۔ تو اس کا ایک
سبب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قدرت ہماری تنظیم میں بارش کی شکل میں اپنی
رحمت شامل کرنا چاہتی ہے۔ اور بلاشبہ اس رحمت کا آپ سب نے ، بچوں نے،
بوڑھوں نے ، جوانوں نے بہت شاندار مظاہرہ کیا۔ ہم سب بہت خوش ہیں اور
آپ کے شکر گزار ہیں۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ دوسری بات یہ کہ
ابھی ہم نے نور عالم صاحب کو آپ کے سامنے پیش کیا تھا پھولوں کے سلسلے
میں، شوکت بھائی کو ہم نے بجلی کے سلسلے میں آپ کے سامنے پیش کیا۔ یہ
ایک اضافی خوشی تھی ہماری کیونکہ پھول اور بجلی ایک مظاہراتی شکل و
صورت میں ہمارے سامنے آئی اور اس کو لوگوں نے بہت محسوس کیا۔ بہت
خوش ہوئے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہمارے دوسرے کارکنان ان سے
پیچھے ہیں۔ ہمارے بستر کمیٹی کے لوگ ، برتن دھونے والے لوگ، صفائی والے لوگ
آپ نے دیکھا کہ بارش میں یہ فرش اتنا ٹھنڈا ہوگیا تھا کہ لگتا تھا برف کی سلیں
پڑی ہوئی ہیں۔ لیکن ہمارے صفائی کمیٹی کے لوگوں نے پانچ چھ مرتبہ سڑکوں
سے پانی ہٹایا، مراقبہ ہال کا پانی ہٹایااور انہوں نے یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ
بارش کی وجہ سے کیچڑ ہوگئی۔ انہوں نے اپنی پوری صلاحیتیں استعمال
کیں۔ اسی صورت سے ہمارے جو برتن دھونے والے بھائی ہیں اس مرتبہ کا تو
ابھی ہمارے سامنے فیگر نہیں آئے لیکن پچھلے سال کے فیگر ہمارے سامنے یہ ہیں
کہ ہمارے مہمانان گرامی جب تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان کی
میزبانی کا شرف عطا کیا اس سلسلے میں جو انہوں نے پلیٹیں دھوئی ہیں پچھلے
سال ان کی تعداد اٹھارہ ہزار تھی۔ یہ میرے ایسے ہونہار بچے ہیں کہ جو ساری
ساری رات بیٹھ کر سردی میں انہوں نے برتن دھوئے، پلیٹیں دھوئیں، ڈونگے
دھوئے ، دسترخوان لگائے۔ یہ سب آپ کے لئے ، میرے لئے انتہائی خوشی کی بات
ہے۔ اس لئے کہ ہم سب ایک ہیں۔ آپ کے بھائیوں نے آپ کی میزبانی کا حق پورا
کرنے کی پوری پوری کوشش کی لیکن اگر آپ کی میزبانی میں کوئی فرق رہ گیا
ہو تو ہم سب کارکنان مرکزی مراقبہ ہال آپ سے نہایت مؤدبانہ معذرت چاہتے
ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح یہ سلسلے جاری رہے۔ ، رونقیں قائم رہیں، اس میں
اضافہ ہوتا رہے۔ ، ہم آپ کی خدمت کرتے رہیں، آپ ہمارا دیدار کرتے رہیں.

★★★★★